# مولانا آزاداور تعلیمی نظریات: ایک محاکمہ

**کلیدی الفاظ**: #مولانا آزاد#تعلیمی

**نظریات#ایک محاکمہ**

پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا
شعبۂ اردو کروڑی مل کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی
ای میل:urdueditorial@gmail.com
urisath@yahoo.com
موبائل:+91-9968244001

**ملخص**: امام الہند محی الدین ابوالکلام المعروف بہ مولانا آزاد ہندوستان کے مایاناز سپوت، مجاہد آزادی، ملک عزیز کی گنگا جمنی تہذیب وسیکولر اقدار علامت وامین نہایت جہاں دیدہ، فطین، ذہین، وقت سے بہت آگے کی سوچ وفکر کے مالک۔نہایت بلند پایہ دانشور مشترکہ تہذیب وثقافت کے علم بردار و حامل۔آزاد ہندوستان کے اولین وزیر تعلیم۔شخص بلکہ شخصیت سے کون ناواقف ہے۔جن کی خدمات ہمہ جہتی اور ہمہ گیر ہیں۔وہ میدان سیاست ہو کہ ملک گیری، وہ تعلیم کا شعبہ ہو کہ تنظیم و جماعت کا محکمہ، انھوں نے ہر میدان میں اپنی اہمیت کا لوہا منوایا۔زیر نظر مضمون/مقالے میں ان کے تعلیمی افکار اور جہات کا محاکمہ کیا گیا ہے۔نیز ان کی اعلافکروں کا جائزہ لیا گیا ہے جن کی اہمیت آج بھی ہے اور ان کی معنویت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فروغ تعلیم کی خاطر ان کا پانچ نکاتی فارمولہ آج بھی اسی طرح فیض یاب اور معنی خیز ہے جس سے آج کے ماہرین تعلیم استفادہ کررہے ہیں اور اس کی روشنی میں تعلیمی پالیسیاں وضع کررہے ہیں۔گوان نکات میں وقت کے ساتھ ساتھ توسیع ہوتی گئی اور انھیں مفید عام بنانے کی ہر ممکن کوشش کل بھی آج بھی اور پھر کل بھی کی جاتی رہیں گی۔

مولانا آزاد نے عہدۂ وزارت تعلیم سنبھالتے ہی سب سے پہلے ملک بھر میں موجود یونیورسٹی اور کالجز کی تنظیم نو کی اس کے بعد ضرورت کے مطابق سائنس وٹیکنکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹس کا قیام عمل میں لایا گیا۔نظم تعلیم اور اصلاح کی غرض سے قومی سطح کے ادارے اور کیمپس قائم

کیے گئے۔ ہندوستان میں موجود نصاب کا ازسرنو احیا کیا گیا۔ اس ضمن میں 18 فروری 1948 میں منعقدہ ہونے والی لکھنؤ کی تعلیمی کانفرنس کا ذکر بے محل نہ ہوگا جس میں مولانا نے مدارس کے نصاب کی موثر جدید کاری کا فارمولہ پیش کیا جسے جزوی طور پر قبول کیا گیا۔ اس کانفرنس کا چرچا پورے ملک میں ہوا اور قوم مولانا آزاد کے تعلیمی تصورات وافکار سے روشناس ہوئی۔

مولانا آزاد تعلیم کو ہر ترقی کا زینہ تصور کرتے تھے۔ پستی سے بلندی اور نشیب سے فرازی کا راستہ انھیں یہیں سے نظر آتا تھا۔ ان کی نظر میں ترقی یافتہ دنیا کی ہمسری تعلیم کے ذریعے ہی کرسکتے ہیں بلکہ ان سے آگے نکلنے کے لیے بھی امکانات اس فارمولے میں موجود ہیں۔ وہ علم کی خاطر پگھلنے اور اس کی موثر کارکردگی ونتیجہ خیزی نقیب ومتلاشی تھے۔ ان کی نظر بصیرت نے ہندوستان کی ترقی کا راز تعلیم کے اجالوں میں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ مشرقی انداز میں مغربی قلعوں کو فتح کرنے کے لیے تعلیم کو سب سے بڑا اسلحہ اور آلہ گردانتے تھے۔ ان کے تعلیمی افکار میں مشرقیت، ہندوستانیت اور سیکولرزم، قومی یکجہتی اور ان اصولوں کی روشنی ہے جن سے یہ ہندوستان جگمگا رہا ہے۔

وہ بنیادی ثانوی اور اعلا تینوں زمروں کی تعلیمات کے حصول کو ضروری اور پابندی کے ساتھ حاصل کرنے پر زور دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے اقوال اور ان کی ہدایات جو اس ضمن میں موجود ہیں وہ شعبہ تعلیمات کے وہ زریں اصول وضابطے ہیں جن کی نظیر دنیا بھر کے خزانوں میں نہیں ہیں۔

-----

**ابتدا:**

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی ہمہ گیر وہمہ جہت صلاحیتوں کا جن شعبہ حیات میں مظاہرہ ہوا، ان میں ایک اہم تعلیم کا میدان بھی ہے، جس میں مولانا نے آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم کی حیثیت سے گیارہ برس تک کامیاب اور یادگار خدمات انجام دیں نیز ہندوستان میں تعلیمی ترقی، جدید علوم کی اشاعت بالخصوص سائنسی وتکنیکی بصیرت پیدا کرنے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جو ایک آزاد اور نئے اور ترقی پذیر ملک کے لیے نہایت ضروری تھے۔ مولانا ایک جامع صفات شخصیت کے مالک اور جدید وقدیم فکر سے پوری طرح باخبر تھے۔ انھیں علامہ شبلی نعمانی، مولوی عبدالحق وغیرہ جیسے معمارِان

تعلیم اور جہاں دیدہ شخصیات کی صحبت حاصل تھی۔ جن کے مشوروں سے وہ تعلیم اور علوم کی ترویج، فکر اور رواج کے متعلق سوچتے تھے اور اسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ ان کے علاوہ سر سید احمد کے تعلیمی افکار اور مغربی علوم کی فتح یابی کے نمونے بھی ان کے سامنے تھے جن کو انھوں نے مشرقی تہذیب کے سانچے میں ڈھال کر اپنی قوم اور وطن کے سامنے پیش کیا۔

## تعلیم کیا ہے؟:

تعلیم کیا ہے اور اس کا حصول کتنا ضروری ہے؟؟ اس کے متعلق مولانا آزاد کا خیال تھا کہ انسان قدرت کا ایک حصہ ضرور ہے لیکن سماجی شعور بھی رکھتا ہے اور اس کی اپنی فطرت بھی ہے لہٰذا سائنٹفک دلائل کے ساتھ انسان کو شعور کی نفاست اور روح کی پاکیزگی بھی درکار ہے۔ جو تعلیم سے ہی ممکن ہے اور تعلیم کا حصول ہی ایک انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنا سکتا ہے۔ بلکہ تعلیم ہی انسان اور حیوان میں حد فاصل یا وجہ امتیاز ہے۔

وزارت تعلیم سنبھالنے کے بعد 18 فروری 1948 کی پریس کانفرنس میں مولانا آزاد نے تعلیم کے تعلق سے اپنے بنیادی نظریہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''صحیح طور پر آزادانہ اور انسانی قدروں سے
> بھرپور تعلیم ہی لوگوں میں زبردست تبدیلی کا باعث
> ہوسکتی ہے اور انھیں ترقی کی طرف لے جاسکتی ہے۔''

## مولانا آزاد کی اولین اصلاح تعلیم کوشش:

چنانچہ تعلیم وثقافت کے ضمن میں مولانا نے جو کام کیے ان میں سب سے اہم کوشش لکھنؤ میں دینی مدارس، مکاتب اور دار العلوم کے سربراہوں کی کانفرنس تھی، جس میں انھوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید معلومات اور ترقی یافتہ صورت کو اپنے نصاب میں شامل کرنے پر زور دیا تھا۔ مولانا چاہتے تھے کہ مشرقی ومغربی علوم میں ہم آہنگی پیدا ہو، یہ ترقی پذیر ہندوستان کے لیے ان کا ایک پرخلوص جذبہ وکوشش تھی۔ اپنے ایک خطبے میں انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ''تعلیم کا واحد مقصد روزی اور روٹی کمانا نہیں ہونا چاہیے بلکہ تعلیم سے شخصیت سازی کا کام بھی لیا جائے اور یہی تعلیم کا سب سے مفید پہلو ہے اور اسی سے معاشی وتمدنی نظام بھی بہتر ہو سکے گا۔''

## مولانا آزاد کے تعلیمی تصورات و نظریات:(1)

مولانا آزاد کے تعلیمی تصورات نہایت واضح تھے۔وہ اپنے ملک میں ایسی تعلیم کے رواج کے خواہاں تھے جس یکساں طور پر قوم کی ترقی ہو۔اگر مدارس کا نصاب ہے اور مدارس کا نظام تعلیم ہے تو اس میں ضرورت کے مطابق دنیاوی تعلیم کی شمولیت اسی طرح ضروری ہے جیسے کھانے میں نمک اسی طرح عصری تعلیمات میں مشرقی تعلیمات کا وجود بھی ضروری تھا۔سائنس وٹیکنالوجی،طب وصحت کا شعبہ،پیشہ وارانہ تعلیم کا چلن اس وقت جتنا بھی رائج ہو چکا تھا،مولانا ہر حال میں اس کی حصولیابی اور یافتگی پر زور دیتے تھے۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے پورے ملک میں جدید تعلیمات اور افکار کو روشناس کرانے کا بیڑا اٹھایا اور پہلی فرصت میں ملک بھر میں موجود یونیورسٹیز کی ایک باڈی تشکیل دی جسے''یونیورسٹی گرانٹ کمیشن'' کہا گیا۔بڑے شہروں میں موجود یونیورسٹیز سے کالجز کا الحاق کیا اور نئے کالجز کی بنیاد ڈالی۔1951 میں آئی آئی ٹی کھڑگ پور ملک کا پہلا ٹیکنکل انسٹی ٹیوٹ ان کی ہی کوششوں کا عملی نتیجہ ہے جس کے بعد متعدد اور اسی طرز کے انسٹی ٹیوٹس قائم کیے گئے جن کی افادیت اور اہمیت کا کون معترف نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ مولانا یہ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ یہ تعلیمات فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی مخالف یا بین المذاہب دوری پیدا کرنے کی باعث بنیں اسی طرح یہ ہماری مشرقی تہذیب اور سیکولرزم سے بے زار کردیں۔وہ اپنی ہر تقریر،ہر خطبے اور ہر بیان میں ہندوستانی گنگا جمنی تہذیب،بین المذاہب اتحاد اور ہندوستانی اقوام کے اتحاد واتفاق کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ اس وقت کے مبصرین اور وہ عہد گواہ ہے کہ مولانا نے ان زرین اصولوں سے مخالفت کسی صورت میں برداشت نہیں کی اور نہ کسی قسم کی مفاہمت سے کام لیا۔

مولانا کا واضح خیال تھا کہ ہماری تعلیم کی روح مشرقی اور ہندوستانی ہونی چاہئے تاکہ لوگ اپنی تہذیب کی قدروں کو پہچانیں اور اس کے سرچشموں سے فیض حاصل کریں۔ان کا تصور/ نظریہ کہ اگر افراد کی شخصیت میں وحدت،ہم آہنگی اور یک جہتی نہ ہوگی تو اس کا اثر سوسائٹی پر پڑے گا اور سماج میں باہمی اختلافات پرورش پاتے رہیں

گے۔ تعلیم کا اصل کام یہ ہے کہ وہ ایک صالح اور مربوط سوسائٹی کے لیے ایسے افراد کی تربیت کرے جن کی شخصیت ہم آہنگ اور مربوط ہو۔قومی یکجہتی اور اتحاد کے ان ہی مقاصد کی خاطر مولانا نے اپنے تعلیمی تصورات میں اسے اس امر کو اولیت دی۔ چنانچہ وہ سائنس و ٹیکنالوجی کا بہترین استعمال کرنے کی ترغیب بار بار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعہ انسان کو ان مقاصد کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے جو اس کی فطرت کے بہترین تقاضوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔مولانا کا خیال ہے کہ اگر انسان محض ایک 'ترقی یافتہ حیوان' ہے تو وہ سائنس وٹیکنالوجی کے ذریعے صرف انہیں اغراض و مقاصد کو حل کرنے کی کوشش کرے گا جن کی بنیاد اس کے حیوانی جذبات اور جبلتوں پر رکھی گئی ہے۔ برخلاف اس کے اگر وہ ذات الٰہی کا ایک پرتَو ہے تو سائنس وٹیکنالوجی کو بھی مشیت الٰہی کی تکمیل کا وسیلہ بنائے گا اور اس کی مدد سے دنیا میں امن و سلامتی اور انسان دوستی کی کارفرمائی قائم ہو سکے گی۔ نیز اس کے ہاتھ سے تعمیری امور انجام پائیں گے۔ بنیادیں مضبوط رہیں گی اور اقدار بحال۔ اسی طرح اس کے کارناموں سے دنیا فیض یاب ہوگی۔ زمین کا نظام درہم برہم ہونے کے بجائے فروغ پذیر اور مستحکم رہے گا۔

## مولانا آزاد کے تعلیمی تصورات ونظریات:(2)

مولانا ابوالکلام آزاد کے تعلیمی نظریات کی بنیاد چار امور پر استوار ہے۔ایک ذہنی بیداری، دوسرے اتحاد و ترقی، تیسرے مذہبی رواداری اور چوتھے عالمی اخوت۔مولانا کے خیال میں آزاد ہندوستان میں تعلیم کا سب سے اہم مقصد نئی نسل میں ذہنی بیداری پیدا کرنا/ہونا چاہیے۔ کیونکہ انگریزوں کے طریقہ تعلیم نے نوجوان نسل کے لیے دو زہریلے نظریات پیدا کر دیے تھے ایک غلامی دوسرے علاحدگی پسندی۔مغرب اور انگریزوں کے تعلیمی نظام کا مقصد حکومت کے لیے ایسے کارندے پیدا کرنا تھا جو ان کے کام آئیں، اسی مقصد سے انھوں نے علاحدگی پسندی کا بیج بویا اور طریقہ تعلیم کو اس کے لیے سب سے موثر وسیلہ بنایا، لہٰذا سب سے پہلے اس زہر کو نئی نسل کے ذہنوں سے نکالنا چاہیے اس کے بعد آزاد ہندوستان کے تعلیمی مقاصد میں غلامی کی جگہ آزادی اور تعصب کی جگہ مذہبی رواداری کو ملنا چاہیے جس کے نتیجہ میں ہم مغربیت کے بجائے اپنے شاندار ماضی پر فخر کر سکیں

گے۔مولانا تعلیم کو صرف ملازمتوں کے حصول کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس کے وسیلہ سے ذہنوں میں بیداری لانے، عقل سلیم کے مناسب اور تعمیری استعمال نیز ملک و ملت کے لیے مفید بننے نیز تعلیم یافتگان کو آیندہ زندگی میں خود کفیل بنانے پر زور دیتے تھے۔تقریباً دو صدیوں تک مغربی اور انگریزی طرز تعلیم نے نئی نسل کو جس غلامانہ ذہنیت او رتنگ نظری و انسانیت سے بیزاری کا شکار بنادیا تھا، عالم یہ تھا کہ لوگ انگلستان جا کر تعلیم حاصل کرنا باعث فخر سمجھتے اور ملک کے علمی سرمایہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، اسی طرح اپنے ملک کے طلبا کو نہایت پرلے درجے کا انسان سمجھتے تھے، اس صورت حال میں تبدیلی لانا ضروری تھا۔1952 کے پٹنہ یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد میں اسی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے فرمایا تھا:

> ''کہنے کی بات یہ ہے کہ اب تک تعلیم پر ہمارا کوئی کنٹرول نہیں تھا اس پر غیر ملکی حکومت کا قبضہ تھا، جو کچھ انھوں نے پڑھایا، ممکن ہے صحیح ہو۔جس طرح پڑھایا اس نے ہمارے ذہنوں کو بجائے کھولنے کے بند کردیا۔مگر آج ہم اس دور میں سانس لے رہے ہیں جب ہندوستان بھی ہمارا ہے اور یہاں کا تعلیمی نظام بھی۔اب ہم وہ پڑھائیں گے جس سے ہمارے بند ذہن کھلیں گے اور ہم تعلیم کی اصل برکتوں و نعمتوں سے مالا مال ہوں گے۔'' (روداد پٹنہ یونیورسٹی کانوکیشن۔1952 مرتبہ: پٹنہ یونیورسٹی پریس۔پٹنہ بہار۔1953)

مولانا نے ہر موقع اور ہر فکر و عمل میں درمیان کی راہ اپنانے کی تلقین کی۔ان کے خیال میں آزاد ہندوستان کے لیے مغربی طرز تعلیم اور مشرقی طرز تعلیم کی درمیانی راہ ہی مفید تھی۔ان کی خواہش تھی کہ آیندہ ہمارا طریقہ تعلیم ایسا ہو کہ دل دماغ اور عقلیت وروحانیت میں توازن قائم رہے۔نصاب اور طریقہ تعلیم کے بارے میں بھی ان کی رائے

بڑی معتدل اور معقول تھی وہ نصاب ودرس کے تعلق سے جدیدیت کے اور طریقہ تعلیم کے لحاظ سے قدیم کے قائل تھے۔ مولانا کے تعلیمی فلسفہ کی بنیاد مشرقی افکار اور مغربی نظریات میں ہم آہنگی وتوازن پر مشتمل تھی تاکہ نئی نسل میں جہاں سائنس کا صحیح استعمال آجائے، وہیں اس کے ذریعہ ان مقاصد کا حصول بھی ممکن ہو جو انسانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ ایک عالم دین اور مشرقی اقدار کے علمبردار ہونے کے باوجود مولانا نے سائنس اور مغربی ٹیکنالوجی کی تعلیم کو ملک کی ترقی کے لیے ناگزیر سمجھا، ان کے خیال میں جو اچھا ہے، جہاں سے ملے لے لو اور جو خراب ہے، جہاں بھی ہو اسے چھوڑ دو، یہی مولانا آزاد کا لائحہ عمل تھا اور زندگی بھر وہ اس پر کاربند رہے۔

جیسا کہ اوپر مذکورہ ہوا مولانا آزاد کے تعلیمی نظریے کا ایک اور پہلو ''سیکولرازم اور قومی اتحاد'' تھا، جس کی شدید ضرورت آزادی کے بعد اور آج بھی ہندوستان کو ہے بلکہ ان دنوں ان کی اہمیت وافادیت روز انگریزوں نے اس کو زبردست نقصان پہنچایا، ان کی حکمت عملی قوم کو تقسیم کر کے حکومت کرنے کی رہی، اسی لیے انھوں نے مذہبی شدت پسندی کی ہمت افزائی کر کے قومی اتحاد اور ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچایا، اسی مقصد کے حصول کے لیے انگریزوں نے جدید تعلیم کے نام سے جس نظام تعلیم کی داغ بیل ڈالی وہ فرقہ واریت پر مبنی تھا، جس کو انگریزوں نے عربی وفارسی اسکول اور سنسکرت اسکولوں کا نام دیا۔ جس طرح ہندو پانی، مسلم پانی، ہندو تہوار، مسلم تہوار کو انھوں نے فروغ دیا، اسی طرح علاحدہ علاحدہ تعلیمی ادارے بھی قائم کئے تاکہ قوم ہندو تعلیم اور مسلم تعلیم کے خانوں میں تقسیم ہو جائے۔

آزادی کے بعد مولانا آزاد کے پیش نظر اس انداز فکر اور طریقہ عمل کو ختم کر کے ماڈرن تعلیم کا نظام رائج کرنا تھا، جس کے مقاصد میں متحدہ قومیت کا فروغ، سیکولرازم اور قومی ترقی شامل تھے، انھوں نے مذکورہ تینوں مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نہ صرف لائحہ عمل طے کیا بلکہ متعدد کمیشن قائم کر کے اور کانفرنس وسیمینار منعقد کر کے یہ بتایا کہ ''ہم اپنی مادی دولت اور ساز وسامان کو جغرافیائی یا طبقاتی حد بندیوں میں قید کر سکتے ہیں لیکن علم اور تہذیب کی دولت پر مہر نہیں لگا سکتے، وہ تمام انسانوں کی میراث ہے اور اس میں تنگ نظری

سے بڑھ کر دوسرا کوئی جرم نہیں ہوسکتا، یہی قوموں کی ترقی میں رکاوٹ بھی بنتا ہے۔‘‘

مولانا آزاد کی 1947 سے 1952 تک کی ان تقاریر کا جو انھوں نے تعلیمی پروگراموں میں کی تھیں، اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولانا کے ذہن میں تعلیم کا نہایت وسیع اور کافی گہرا مفہوم تھا۔ انھوں نے انفرادی تعلیم کے بجائے قومی تعلیم کا تصور پیش کیا۔ ان کے نقطہ نظر سے مذہبی تعلیم تو ہر ہندوستانی بچے کے لیے ضروری ہے تا کہ وہ اخلاقی و روحانی صفات سے آراستہ ہو سکے۔ لیکن تعلیمی نظام کو فرقہ واریت سے پاک رکھ تعلیم کی بنیاد قومی مصالح اور اتحاد پر استوار ہونا چاہیے۔ وہ تعلیم بالغان، تعلیم ذکور کے ساتھ ساتھ وہ تعلیم نسواں کے بھی زبردست حامی تھے ان کا ماننا تھا کہ اس سے ہمارے آدھے سے زیادہ مسائل حل ہوجائیں گے۔ چوں کہ اکثر مسائل کی پیدوار ہمارے گھروں میں ہوتی ہے۔ چنانچہ جب گھروں میں تعلیم و آگاہی کا دور دورہ ہوگا، مسائل خود بہ خود مٹتے چلے جائیں گے۔ اس طرح سے ہمیں اس معاشرے کی تشکیل کے خواب کی تعبیر مل سکتی ہے جس میں امن و انصاف اور باہمی اخوت و محبت کے جذبات پنپتے ہوں نیز وہاں کے باشندے یکساں ترقی کرتے ہوں۔

**بسلسلۂ فروغ تعلیم مولانا آزاد کا پانچ نکاتی پروگرام:**

مولانا آزاد نے بالغان اور قوم کے دیگر طبقات میں فروغ تعلیم کی غرض سے پانچ نکاتی پروگرام پیش کیا۔ (1) اسکول جانے والے تمام بچوں کے لیے مکمل بیسک ایجوکیشن کی فراہمی (2) ناخواندہ بالغوں کے لیے سماجی و صنعتی تعلیم (3) سکنڈری اور اعلا تعلیم کے معیار کو اونچا کرنے کے لیے سہولیات کی فراہمی (4) قومی ضروریات کے حصول کے لیے فنی اور سائنسی تعلیم (5) فنونِ لطیفہ کے فروغ اور دیگر تفریحات کی فراہمی کے لیے ثقافتی سرگرمیوں میں اضافہ۔ چنانچہ ان کے زمانے میں وزارتِ تعلیم نے مختلف شعبوں میں رہنمائی کی اور نئے امکانات وم واقع کے در وا ہوئے۔ اپنے ان نکات کو مضبوط اور مستعمل بنانے کے لیے مولانا آزاد نے اسی زمانہ میں سائنٹیفک اور ٹیکنیکل ایجوکیشن، ٹیچر ٹریننگ، زبانوں کو پڑھانے کی ٹریننگ، شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کے لیے اسکالر شپ جیسی اسکیموں کا آغاز کیا۔ ان ہی کی ایما پر ملک کے پسماندہ طبقات کی ترقی کے لیے متعدد

منصوبے شروع ہوئے۔ حالاں کہ اس وقت فروغ انسانی وسائل کے نام کی کسی اصطلاح کا چلن نہیں ہوا تھا لیکن وزارت تعلیم کی اس طرح تنظیم نو کی گئی کہ تعلیم کو انسانی وسائل کے فروغ کا ذریعہ بنانے کی سمت میں وزارتِ تعلیم کی توجہ خود بہ خود مبذول ہوئی۔ ملک کی تعلیمی وسائنسی ترقی کے لیے بھی مولانا آزاد کی قیادت میں اس وزارت نے گرانقدر کام کیا۔ جس میں فنی تعلیم کی کل ہند مجلس کی تنظیم جدید، یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کا قیام، کونسل فار سائنٹفک اینڈ ریسرچ اور اس کے ماتحت سائنسی تحقیقات کے قومی اداروں کا قیام جیسے ہمہ جہت کام انجام پائے۔ خاص طور پر یو جی سی کی تشکیل سے ملک میں تعلیم کا جال سا بچھ گیا اور تعلیمی اداروں کو فراغ دلی کے ساتھ مالی امداد فراہم ہونے لگی۔ ان کی رفتار ترقی کے ساتھ سمت و معیار کو سمجھنے میں مدد ملی۔ ان تمام کوششوں، جدوجہد اور مناسب اقدامات کے بعد یہ کہنے میں ذرا سا بھی تامل نہیں کہ آج ہندوستان میں تعلیم کا جو غلغلہ نظر آتا ہے، دوسو کے قریب یونیورسٹیاں، آئی آئی ٹیز، سائنسی انسٹی ٹیوٹس، فنونِ لطیفہ کی اکادمیاں قائم ہیں، یہ سب روشن دماغ اور وسیع النظر والفکر، قابل وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد کی ہی دَین ہے۔

آزادی کے بعد نئی حکومت کی تشکیل پانے والی حکومت میں مولانا آزاد کو وزارت تعلیم اور سائنسی تحقیقات کے قلم دان کی ذمہ داری سونپی گئی جسے آپ نے بہ حسن وخوبی نبھایا۔ بقول آزاد:

> ''وزارت تعلیم کی ذمہ داری سنبھالتے ہی میں نے پہلا فیصلہ جو لیا وہ یہ تھا کہ ملک میں اعلی و فنی تعلیم کے حصول کے لیے سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ خود ہم اپنی ضرورتیں پوری کریں۔ میں اس دن کا منتظر ہوں جب ہندوستان میں باہر سے لوگ آکر سائنس اور فنی تعلیم میں تربیت حاصل کریں۔''

اور آج ان کا یہ خواب ہم پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں غیر ملکی طلبا کی تعداد کا ریشو سال بہ سال بڑھ رہا ہے نیز یہاں کے تعلیمی ادارے دنیا بھر سے

دادو تحسین اور تعلیمی ضمانتیں حاصل کررہے ہیں۔ عالمی سطح کی رینکنگ کمیٹیاں انھیں اعلا رینکس سے نواز رہی ہیں اور یہاں کے تعلیمی مشن ونظام کو باہری دنیا میں تحسین کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے۔

**فکر آزاد کے مسلّمہ تعلیمی نقوش:**

مولانا نے جس خوبصورتی کے ساتھ اپنی فکر کا نقش تعلیم وتربیت کے ہر پہلو پر ثبت کیا، اس کا اندازہ محض تعلیمی رپورٹوں اور اعداد وشمار کو دیکھ کر نہیں ہوتا ہے کہ اس نازک دور میں، وقت کے اس سخت موڑ پر ان کی رہنمائی کی دولت نصیب نہ ہوتی تو ہماری تعلیم اور کلچر کا تصور کس قدر مسخ اور مختلف ہوتا۔ مولانا کی وزارت کے اہم کارناموں اور فیصلوں کی بابت اطلاع فراہم کرنے سے پہلے جناب کرشن کمار کا ایک اقتباس تعلیم اور سیاست کے ا؟ پسی تعلقات کی ضرورت بتانے کے لیے پیش ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

> ''اگر آپ تعلیم کے تعلق سے فکر مند ہیں اور تعلیم کے مقاصد کو لے کر سماج میں بحث چلانا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ مان کر چلنا چاہئے کہ آپ کی یہ کوشش سیاست سے الگ نہیں رہ سکتی۔ آپ جو بھی کہیں گے یا کریں گے اس سے سیاست کا ایک حلقہ مضبوط ہوگا یا کوئی دوسرا کمزور ہوگا کیونکہ جو امس، بے چینی اور بے سمتی ہم چاروں طرف دیکھ رہے ہیں، وہی تعلیم میں بھی موجود ہے۔ آج کی ضرورت یہ ہے کہ تعلیم کا سیاسی انسلاک پہچانیں اور سیاست کی تخلیق نو میں تعلیم کے رول کو طے کریں۔''

**بسلسلۂ فروغ تعلیم مولانا آزاد کی مہمات:**

مولانا آزاد کی فروغ تعلیم کے سلسلے میں مجموعی مہمات۔ سات، آٹھ۔ اعداد پر محیط ہیں جو مولانا کی بلند نگاہی، سخن دلنوازی اور جہاں دیدگی کا بیان ہیں۔ اسی طرح ان کی دور رس نگاہوں کا وہ فیض ہے جس سے ہم آج بھی فیض یاب ہورہے ہیں۔

(1) تعلیم بالغان کے تصورات پر کام تو غلام ہندوستان میں بھی ہو رہا تھا، لیکن مولانا نے اس میں وسعت پیدا کی اور ایک مبسوط پروگرام بنا کر، اسے ملک کی ترقی اور خوشحالی کا ایک اہم جز مانا۔ وہ مانتے تھے کہ جمہوریت کی جڑیں اس کے بغیر مضبوط ہو ہی نہیں سکتیں۔

(2) 6 برس سے 14 برس کے بچوں کے لیے تعلیم کو لازم کرنے کا فیصلہ سب سے پہلے مولانا نے لیا۔

(3) بنیادی، ثانوی اور اعلا تینوں زمروں کی تعلیمی سطح اور معیار کو بلند کرنے کے لیے مولانا نے اپنے ہر خطاب اور ریزیلوشن اور تعلیمی کمیٹی کے اجلاس میں زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ بنیادی تعلیم پر کی جانے والی محنت سے ہی ہمیں ثانوی تعلیم اور اعلا کے لیے اچھے طلبا ملیں گے اور ثانوی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جا سکے گی۔ تب ہی اعلیٰ تعلیم کی سطح بلند ہوگی۔

(4) مولانا جس نئے ہندوستان کے وزیر تعلیم تھے، اس میں مغربی ہواؤں کے جھونکے بہت تیزی سے چل رہے تھے۔ چنانچہ مشرقی علوم کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹنا ایک لازمی امر تھا۔ اس وقت مولانا نے توازن کی راہ نکالی اور مشرقی علم وادب میں تحقیق اور ریسرچ کے فروغ کے لیے متعدد اور بھروسے مند علمی اقدام اٹھائے۔

(5) انھوں نے سائنسی تحقیقات اور ٹیکنکل ایجوکیشن کے فروغ کے لیے اپنی وزارت کا دروازہ کھول رکھا تھا لیکن ان کی شرط تھی کہ ہندوستان کی ضرورت اور تہذیب و کلچر کے مدنظر یہ ریسرچ انجام دینی چاہیے۔ یعنی وہ سائنس اور ٹکنالوجی کو تخریبی حدوں میں جانے سے روکنے کا ایک ثقافتی حربہ بھی ساتھ رکھتے تھے۔

(6) اسی کے ساتھ انھوں نے سائنس وٹکنالوجی کی اصطلاحات کو قومی زبان (ہندی) میں تبدیل کرنے کا بڑے پیمانے پر منشور بنایا اور انگریزی تعلیم بالخصوص سائنس کے شعبے میں انگریزی کے انحصار سے ہوشیاری کے ساتھ علاحدہ ہونے کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی۔

(7) فروغ تعلیم اور اسے اساتذہ کے تعلیمی اور سماجی رول کو بھی مولانا خوب

اچھی طرح سے سمجھتے تھے۔ یہ غالباً اتفاق ہی ہے کہ وزیرِتعلیم ہونے کے بعد پہلی تقریر اور موت سے قبل کی وزیرِتعلیم کی حیثیت سے آخری تقریر میں انھوں نے اساتذۂ کرام کو اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

(8) آزاد ہندوستان میں ذریعۂ تعلیم کے نازک مسئلے پر مولانا آزاد نے اپنا متوازن اور عملی نقطہ نظر پیش کیا۔انھوں نے ہندی، غیر ہندی کے مسئلہ پر لوگوں کو جذبات کے بجائے عقل سے کام لینے کی تلقین کی اور افراط وتفریط کے خطرات سے آگاہ کیا۔نیز ہمیشہ وہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ ہمیں ان معمولی جھگڑوں کے بجائے اس منتہا پر نظر رکھنی چاہیے جو اس ملک کا اصل ہدف ہے اور جو ہم گزشتہ تین سو برسوں سے کھو چکے ہیں ۔اب ہمیں آگے بڑھنا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان اہداف کو حاصل کرنا ہی ہمارا اصل مقصد ہے اور ہونا چاہیے۔

ہندی۔اردو تنازع پر ان کا صاف موقف یہ تھا کہ یہ دونوں مادر ہند کی زبانیں ہیں۔انھوں نے پاکستان کے ذریعے اردو کو قومی زبان بنانے کے موقع پر اپنے تاریخی خطاب میں فرمایا کہ اگر کوئی ملک ہماری زبان کو اپنی قومی زبان بناتا ہے تو یہ ہمارے لیے اعزاز اور فخر کی بات ہے۔ ہماری زبان کے اب دیارِ غیر میں اپنا لوہا منوائے گی۔اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس زبان کی اہمیت کو کم کر دیں یا اس سے اعتنا برتیں۔

**خلاصة الكلام:**

مذکورہ بالا تمام گفتگو اور معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم مولانا آزاد کے تعلیمی نظریات کا محاکمہ کرتے ہیں اور جائزہ لیتے ہیں تو انھیں اس میدان میں نہایت بلندیوں اور اعلا افکار کا حامل پاتے ہیں۔اسی طرح ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے اس سلسلہ میں جو نظریات پیش یا جن تصورات کا اظہار کیا اور جس قسم کی اصلاحات وہ اس شعبے میں چاہتے تھے ان کی معنویت موجودہ دور میں بھی ہے بلکہ روز افزوں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں آج فروغ تعلیمی سلسلے میں جو بھی پروگرام بنائے جاتے ہیں وہ مولانا کی رہین منت ہیں۔یا کہیں نہ کہیں ان سے متاثر ضرور ہیں۔مختصر طور پر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم کے جس افکار کو مولانا آزاد نے سرچ کیا تھا آج صرف اس پر ریسرچ ہو رہی اور یہ کامیاب و

مقصدی بھی ہے۔

ہر دور میں وقت اور حالات کے مدنظر دانشورانہ فکر کے حامل افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو ہمہ جہتی اصلاحات کے خوگر ہوتے ہیں اور ان کی کوششیں ہمیشہ قوم کی فلاح و بہبود اور ترقی کی ہوتی ہیں۔ یہ ایک تاریخی عمل ہے لہٰذا کسی بھی دور میں دانشورانہ فکر کے حامل افراد کا موجود ہونا اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ ان افراد کی سوسائٹی کے تئیں سپردگی اور وابستگی کا جذبہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی دانشورانہ فہم وفراست کی عظمت کا راز یہی ہے کہ ان کا سارا علم و تدبر سماج اور ملک کے لیے وقف تھا۔ جس پر وہ اپنی آخری سانس تک کاربند رہے۔

مولانا آزاد فن تعلیم و تربیت اور پورے تعلیمی نظام پر دانشورانہ نگاہ رکھتے تھے اور دینی اور دنیوی تعلیم کے خلا کو پر کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انھوں تعلیمی نصاب کی بہتری اور ہمہ گیریت پر زور دیا۔ خود انھوں نے ڈائریکٹر تعلیم بنگال کی درخواست پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کا ایک جامع نصاب تیار کیا۔ مولانا کی خواہش تھی کہ صرف رانچی اور کلکتہ کے مدارس ہی نہیں بلکہ پورا ہندوستان اور مسلم معاشرہ اس سے مستفید ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک ایسا نصاب تیار کیا جائے جو تمام علاقے میں قابل قبول ہو۔ نیز اس کا فیض ہر ایک تک پہنچے۔ وہ اسے لباس کی طرح پہنے اور اسی طرح برتیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا تصورِ تعلیم ماضی کا ادراک، حال کی بصیرت اور مستقبل کی آگہی پر مبنی ہے۔ مولانا نے ایسی تعلیم کی وکالت کی ہے جو سائنسی تحقیقات اور بھاری صنعتوں کے شایان شان ہو۔ ساتھ ہی ساتھ مولانا سائنسی، تکنیکی اور مادی ترقی کو مذہبی اور اخلاقی اقدار کے تابع کرنا چاہتے تھے۔ مولانا آزاد کی دوربین نگاہ قدیم نظامِ تعلیم سے نکل کر جدید طرز تعلیم سے حاصل ہونے والی تبدیلی پر تھی۔ انھوں نے دینی نظام تعلیم میں مضامین کے تنوع اور جدت کی ضرورت کو محسوس کیا۔ انھوں نے قومی تعلیمی پروگرام میں مذہبی تعلیم کے تعلق سے 13 جنوری 1948 کو نئی دہلی میں ایک پروگرام کے خطبۂ صدارت میں اپنے نظریہ تعلیم پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ مولانا آزاد کا وہ تاریخی بیان درج کروں۔ انھوں نے

فرمایا تھا:

’’ـــــایک چیز آپ بھول گئے۔ وہ چیز ہے
تعلیم اور وقت اور زندگی کی چال کے غیر متعلق کوئی
تعلیم کامیاب نہیں ہوسکتی۔ تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ
زمانے کی جو چال ہے، اس کے ساتھ جڑ سکے۔ اگر
آپ مذہب اور عصر دونوں ٹکڑوں کو الگ رکھیں گے تو
وہ تعلیم کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آج جو تعلیم آپ ان
مدرسوں میں دے رہے ہیں، آپ وقت کی چال سے
اسے کیسے جوڑ سکتے ہیں۔ نہیں جوڑ سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ
زمانہ میں اور آپ میں ایک اونچی دیوار کھڑی ہے۔
آپ کی تعلیم زمانے کی مانگوں سے کوئی رشتہ نہیں رکھتی
اور زمانہ نے آپ کے خلاف آپ کو نکما سمجھ کر فیصلہ کر
دیا ہے۔‘‘

اس وضاحت کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کتنی بلندی سے سوچتے تھے اور کتنی گہرائی و باریکی سے چیزوں کو دیکھتے تھے بلکہ وہ اب سے ستر سال قبل ان خطرات و حادثات کو بھانپ چکے تھے جو آنے والے دنوں میں رونما ہونے والے تھے اور ان سے ہمارے تعلیمی نظام وتدریسی افکار پر قدغن لگتی۔ انھوں نے وقت سے بہت پہلے آگاہ کردیا تھا اور بہت پہلے اس حقیقت کو آئینے کی مانند سامنے لباس مجاز میں لاکر کھڑا کردیا تھا۔ وہ آنے والے لیل ونہار کے اندھیری یا اجلی چادروں میں بہت کچھ دیکھ رہے تھے جسے وہ ایک ایک کر کے ملک اور قوم نیز شعبہ تعلیم کے سامنے لانا چاہتے تھے۔ تاہم عمر نے وفا نہ کی اور وہ زروجواہر وہیں رہ گئے۔

**اولئک آبائی فجئنی بمثلہم**

**اذا جمعتنا یا جریر المجامع**

**کتابیات:**

☆ مولانا ابو الکلام آزاد : ذہن و کردار۔عبد المغنی۔انجمن ترقی اردو (ہند)نئی دہلی۔2011

☆ مولانا آزاد،سرسید اورعلی گڑھ۔محمد ضیاء الدین انصاری۔انجمن ترقی اردو(ہند)نئی دہلی۔1992

☆ مولانا ابوالکلام آزاد:فکرونظر کی چند جہتیں۔ضیا الحسن فاروقی۔مکتبہ جامعہ،نئی دہلی۔1994

☆ ابو الکلام آزاد:جدید ہندوستان کے معمار۔عرش ملسیانی۔پبلی کیشنز ڈیویژن،دہلی۔1974

☆ ذکر آزاد۔عبد الرزاق ملیح آبادی۔ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی۔2006

**رسائل و جرائد:**

☆ آج کل۔نئی دہلی۔(مولانا ابو الکلام آزاد نمبر)ایڈیٹر:راج نرائن راز۔پبلی کیشنز ڈیویژن۔دہلی۔1988

☆ ایوان اردو۔نئی دہلی۔(مولانا ابوالکلام آزاد نمبر)ایڈیٹر:شریف الحسن نقوی۔مخمور سعیدی۔اردو اکادمی،دہلی۔1988

☆ ہفتہ وار پیغام۔کلکتہ۔((مولانا ابو الکلام آزاد صدی تقریبات))ایڈیٹر:عبدالرزاق ملیح آبادی۔خدابخش لائبریری،پٹنہ۔(فائل)1921

☆ رسالہ جامعہ(مولانا ابو الکلام آزاد نمبر)جامعہ ملیہ اسلامیہ،نئی دہلی۔ایڈیٹر شمیم حنفی۔1999

☆ فکر ونظر۔علی گڑھ۔(مولانا ابوالکلام آزاد نمبر)ایڈیٹر:شہریار۔مسلم یونیورسٹی پریس،علی گڑھ۔1989

☆☆☆